آفتاب ولایت

خصوصی شمارہ ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

MRP Rs. 15/-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیك یا امیر المؤمنین السلام علیك یا اول مظلوم

صلی اللہ علیك یا ولی العصر ادرکنا و ارشدنا

ہر دور میں نمائندۂ خدا کی ضرورت

جس طرح خداوند عالم نے مخلوقات کو دنیا میں خلق کرنے کے بعد ان کی ضرورتوں کو بھی فراہم کیا تاکہ وہ اپنے وجود کو ان کے ذریعہ ایک طرف باقی رکھ سکیں تو دوسری طرف وجود کو درجۂ کمال تک پہونچا سکیں۔ اسی طرح نظام پروردگار میں انسانوں کے نفع ونقصان سے آگاہ کرنے کے لئے اس کے وجود کی تکمیل اور درجۂ کمال تک پہونچنے کے لئے اپنی طرف سے ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنے نمائندوں کا انتظام کیا ہے، تاکہ نقصان سے محفوظ رہ کر مفید اور نفع بخش کام انجام دے کر تکمیل وجود بھی کرتا رہے اور درجۂ کمال تک بھی پہونچ جائے۔ اسی لئے خدائے تعالیٰ نے اپنے نمائندوں کے بھیجنے کی ذمہ داری خود لی ہے کسی اور پر یہ ذمہ داری نہیں رکھی ہے۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ. وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ.[1]

اور ایسا نمائندہ جو انسان کو اس کے درجۂ کمال تک پہونچانے میں رہنمائی کرسکے وہی ہوسکتا ہے جو خود بھی کامل ہو اور منزل کمال تک پہونچنے کی راہوں سے آگاہ بھی ہو اس کے لئے ایسے نمائندہ کی ضرورت ہے جو نفسانی ملکات کا حامل ہو عصمت وعلم لدنی کا مالک ہو جو اسے ہر باطل قول وفعل سے محفوظ رکھ سکے، جس کے بعد اس کے لئے کوئی حقیقت مجہول نہ ہو۔ کیا ایسا نمائندہ خدا کے علاوہ کوئی اور منتخب کرسکتا ہے یا بنا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ صرف خداوند عالم کی ذات ہی تمام حقائق و واقعات سے باخبر ہے یا وہ جسے آگاہ فرمائے:

وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ۔[2]

اور تمہارا پروردگار ان سب کو جانتا ہے جو ان کے سینوں میں چھپائے ہوتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔[3]

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اپنی رسالت کو کہاں قرار دے۔

اس بنیاد پر ہدایت و رہبری کے لئے جو امام اور نمائندۂ خدا ہو وہ خداوند عالم کا برگزیدہ ہو، یعنی خداوند عالم کی ذات جسے اس مقام ومنزلت کے لئے اہل سمجھے اسے امام قرار دے جیسا کہ بعض آیتوں میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔[4]

---

[1] سورہ لیل، آیت ۱۲

[2] سورہ قصص، آیت ۶۹

[3] سورہ انعام، آیت ۱۲۴

[4] سورۂ بقرۂ آیت ۱۲۴

خداوند عالم نے فرمایا: میں نے تمہیں لوگوں کا امام بنایا۔

اسی طرح خداوند عالم نے نااہلوں سے اس منصب کو دور قرار دیئے جانے کے بارے میں بھی اعلان کر دیا ہے:

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔[1]

کہ میرا (عہدہ) منصب امامت ظالموں تک نہیں پہونچے گا۔

اسی طرح خداوند عالم نے مقام امامت کے قرار دیئے جانے کو اپنی طرف نسبت دی ہے اور غیر سے نفی کی ہے اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی بھی نصب امام کے مسئلہ میں دخالت نہیں رکھتا ہے، یہ وہ حقیقت ہے جسے انبیاء اور اولیائے الٰہی بھی خوب جانتے تھے۔ اسی لئے جب جناب موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ جناب ہارون ان کے جانشین بنیں تو خداوند عالم سے اس کے لئے درخواست کی خود قرار نہیں دیا:

وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي۔[2]

اور میرے لئے میرے بھائی ہارون کو جانشین و وزیر قرار دے۔

اسی طرح جس وقت حضور اکرمؐ نے اپنی شریعت کو عرب قبائل کے سامنے پیش فرمایا تو بعض لوگوں نے کہا، آپ جن باتوں کی دعوت دے رہے ہیں ان پر بیعت کر لوں اور آپ سے عہد و پیمان کر لوں اور جب خداوند عالم آپ کو آپ کے مخالفین پر فتح نصیب فرمائے تو کیا آپ کے بعد اس (امت کی) رہبری ہمارے اختیار میں ہوگی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْاَمْرُ اِلَى اللّٰهِ يَضَعُهٗ حَيْثُ يَشَآءُ

یہ کام خداوند عالم کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے گا عطا فرمائے گا۔[3]

اس تمہید اور مقدمہ کے بعد سوال یہ ہے کہ کیا ہر زمانہ میں ایسے الٰہی نمائندہ اور معصوم امام کا ہونا واجب ہے؟ یعنی ہر زمانہ کے لئے خدا کی طرف سے امام کا منصوب و منصوص ہونا ضروری ہے؟

قرآن کریم کی آیتوں اور اسلامی روایتوں کی روشنی میں یہ بات مسلم اور مرحلہ ثبوت میں پائی جاتی ہے کہ خداوند عالم نے کبھی بھی زمین کو بغیر امام کے قرار نہیں دیا ہے:

ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔[4]

بیشک آپ تو ڈرانے والے اور ہر قوم کے لئے ہدایت کرنے والا ہے۔

اس سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈرانے کے لئے قرار دئے گئے ہیں یعنی روز قیامت کے واقعات سے باخبر کرنے والے۔

۲۔ خدائے تعالیٰ نے ہر قوم کے لئے ایک ہدایت

۱ سورہ بقرہ آیت ۱۲۴

۲ سورہ طہ، آیت ۲۹

۳ ابن ہشام سیرۃ النبوۃ، ۱/ ۴۲۵

۴ سورہ رعد، آیت ۷

کرنے والے کو منصوب فرمایا ہے۔ بحث یہ ہے کہ اس آیت میں جو ہدایت کرنے والا ہر دور میں قرار دیا گیا ہے وہ کون ہے کیا ہر قوم وملت کے علماء ودانشور ہیں؟ اور ہادی سے مراد قوموں کے علماء نہیں ہو سکتے ہیں اس لئے:

الف: ہر زمانہ میں ہر قوم وملت میں متعدد اور بکثرت علماء و دانشوروں کا وجود ہوتا ہے ایک عالم یا ایک دانشور نہیں ہوتا ہے جبکہ آیت میں ایک ہادی کی ضرورت کی بات کہی جارہی ہے۔ اور پھر اس تعداد میں وہ ایک کیسے طے کیا جائے گا اور اس کا معیار کیا ہوگا اور وہ کون طے کرے گا؟

ب: کلمہ ''ھاد'' آیت شریفہ میں بطور مطلق ذکر ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہوگا ہر زمانہ میں ایسے ایک ہادی کا وجود ہے کہ جو ہر مسئلہ میں امر الٰہی کی طرف ہماری رہنمائی کرے اور اس کی ہدایت میں کوئی خطا ولغزش نہ ہو۔ جبکہ ہم کسی بھی قوم کے عالم کے لئے عقلی وشرعی طور سے غلطی نہ کرنے کے قائل نہیں ہیں بلکہ ہر عالم خطا ولغزش کا شکار ہوسکتا ہے۔

اسی طرح دوسری آیتوں سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ امام اور ہادی خدا کے امر سے ہدایت کرنے والا ہوتا ہے اپنی طرف سے ہدایت نہیں کرتا ہے ورنہ خطا ولغزش میں گرفتار ہوجائے:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا۔[1]

اور ہم نے انھیں امام بنایا ہے جو ہمارے امر سے ہدایت کرتے ہیں۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں کی رہبری وہدایت ایسے

[1] سورہ سجدہ، آیت ۲۴

اماموں کا وظیفہ قرار دیا گیا ہے جو خداوند عالم کی طرف سے منصوب ہوتے ہیں اور بغیر شبہ کے وہی حق کی طرف ہدایت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور وہی سب سے زیادہ امامت و خلافت کے لئے حقدار ہوتے ہیں۔ اور پھر وہی اس بات کا بھی حق رکھتے ہیں کہ لوگ ان کی اطاعت وپیروی کریں:

اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ۔[2]

کیا وہ شخص جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے اطاعت و پیروی کا زیادہ سزاوار ہے یا وہ جسے راستہ ہی نہیں ملتا جب تک کہ اسے بتایا نہیں جاتا ہے۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کیسے حکم لگاتے ہو۔

اس آیت کا واضح پیغام ہے کہ وہی امام قابل اطاعت ہے جو ہدایت یافتہ ہو اور لوگوں کی رہبری کرنے کی صلاحیت اس میں پائی جاتی ہو جسے خود راستہ نہ ملتا ہو وہ دوسروں کی ہدایت نہیں کرسکتا اور نتیجہ میں وہ قابل پیروی بھی نہ ہوگا۔

اور اس آیت کی تفسیر میں اگر شیعہ وسنی روایتوں پر نظر کی جائے تو بات بالکل روشن ہوجاتی ہے، کسی طرح کا شبہ باقی نہیں رہتا ہے۔ اہل سنت کی دو روایتیں ملاحظہ ہو:

۱۔ اہل سنت کی بعض تفسیر میں نقل ہے کہ: جب آیت اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ. نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے اپنا دست مبارک اپنے سینۂ انور پر قرار دیا اور فرمایا اَنَا الْمُنْذِر میں ڈرانے والا ہوں۔ اور اپنے دست مبارک سے حضرت علیؑ کے شانے کی طرف اشارہ

[2] سورہ یونس، آیت ۵۳

باقی صفحہ نمبر ۷ پر.........

علامہ حلیؒ اور کتاب ''الفین''

دین اسلام میں عقیدہ کو جو مقام ومنزلت حاصل ہے وہ کسی دوسرے موضوع کو حاصل نہیں ہے۔قرآن کریم نے سب سے پہلے توحید اور عقیدۂ قیامت کو انسانوں کے سامنے پیش کیا ہے اور انبیاء ومرسلین علیہم السلام نے بھی لوگوں سے سب سے پہلے ایک خدا اور عقیدۂ توحید قبول کرنے کی دعوت پر زور دیا ہے۔اس کے بعد دوسرے عقائد نبوت وغیرہ جیسے اعتقادات اور انبیاء ومرسلین کے بعد ان کے جانشینوں اور اوصیاء الٰہی کی ولایت وسرپرستی اور ان کی رہنمائی میں اعمال کی بجا آوری ہے۔اگر کوئی عبادت پروردگار بجالائے اور خوب بجالائے نماز و روزہ و حج اور اسی طرح دیگر دستورات الٰہی کی پابندی کرے مگر صحیح عقائد کے ساتھ نہ ہو تو اس کا کوئی عمل بارگاہ پروردگار میں شرف قبولیت اختیار نہیں کرے گا۔اور منجملہ وہ اعتقادات جن کے بغیر کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں ہے وہ ہے عقیدہ امامت و ولایت اہلبیت علیہم السلام اسی لئے علماء نے بھی اس عقیدۂ امامت وولایت کے لئے بے شمار کتابیں تحریر کی ہیں تا کہ کسی کو اہلبیتؑ کی امامت و امت کی رہبری میں شک وشبہ نہ پیدا ہو۔اس میدان میں انتہائی معرکتہ الآراء کتابیں وجود میں آئیں ہیں۔انھیں میں ایک عظیم الشان کتاب ''الفین'' ہے۔ جسے زبردست، فقیہ، متکلم، مفسر، اصولی حسن بن یوسف بن مطہر حلّی معروف بہ علامہ حلّیؒ نے تحریر کیا ہے۔

علامہ حلیؒ کون ہیں؟

حسن بن یوسف بن مطہر حلی معروف بہ علامہ حلی ۶۴۸ھ میں حلہ شہر میں پیدا ہوئے ایک سو بیس سے زیادہ کتابیں مختلف علوم جیسے اصول، فقہ، تفسیر، منطق، علوم رجال وغیرہ میں تحریر فرمائیں ہیں جو آج بھی شیعہ حوزۂ علمیہ عراق و ایران میں تحقیق و تدریس کا اصل حصہ ہیں۔عقائد میں انتہائی عظیم الشان کتابیں جیسے باب حادی عشر' کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد خواجہ نصیر الدین طوسیؒ کی شیعہ اعتقادات کے مطالعہ و تحقیق میں اہم ترین کتابیں شمار ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ نہج الحق و کشف الصدق، خلاصۃ الاقوال، الجوہر النضید، تذکرۃ الفقہاء، قواعد الاحکام ومختلف الشیعہ کتابیں معروف اور اہم آثار میں شمار ہوتی ہیں۔آپ فقیہ ہونے کے ساتھ اچھے شاعر و ادیب بھی تھے۔

ابتدائی تعلیم آبائی وطن میں اور اپنے والد گرامی سے حاصل کر کے اتنی سرعت سے تمام علوم وفنون میں مہارت حاصل کرلی کہ بالغ ہونے سے قبل درجہ اجتہاد حاصل کرلیا تھا۔

یہاں تک کہ محقق حلی جو شیعہ مرجعیت کے منصب پر فائز تھے سن ۶۷۶ھ میں ان کی وفات کے بعد ۲۸/سال کی عمر میں شیعی مرجعیت و زعامت کا اہم ترین منصب سنبھال لیا تھا۔آپ زبردست فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ متکلم بے مثال بھی تھے۔ آپ کے مناظرے اور آثار نے سلطان محمد خدابندے کو مذہب شیعہ اختیار کرنے اور اسے ایران میں رواج دینے پر آمادہ کردیا تھا۔

انھیں کمال وخوبیوں اور دینی خدمات کی بنا پر آپ کو گھر والے بہت پہلے سے جمال الدین کے لقب سے پکارنے لگے تھے۔

آپ کی بے شمار تالیفات میں ایک اہم کتاب ''الفین'' ہے۔

کتاب الفین

علامہ حلّی کی مشہور کتاب الفین کا یہ نام ''الفین الفارق بین الصدق والمین'' سے ''مین'' کے معنی جھوٹ کے ہیں۔یعنی امامت علی بن ابی طالب پر دو ہزار دلیلیں صحیح و غلط میں فرق قائم کرنے والی کتاب ہے۔

یہ کتاب عربی میں تحریر کی گئی ہے۔شیعہ امامیہ علم کلام میں یہ اہم ترین کتاب شمار ہوتی ہے جو امیر المؤمنین اور دیگر ائمہ معصومین علیہم الصلاۃ والسلام کی امامت منجانب اللہ کے موضوع پر عظیم الشان اور انتہائی معرکۃ الاراء کتاب ہے۔

علامہ حلی نے اس کتاب میں اثبات امامت امیر المؤمنینؑ کے لئے ایک ہزار دلیلیں اور مخالفین کی رد میں بھی ایک ہزار دلیلیں درج کی ہیں۔

علامہ حلی نے اپنے بیٹے فخر المحققین کے لئے یہ کتاب تحریر کی ہے۔اصل کتاب دو جلدوں میں لکھی گئی ہے۔اور علامہ حلی کے بعد ان کے بیٹے فخر المحققین نے جمع کر کے مرتب کیا ہے۔فخر المحققین نے آخر میں تحریر کیا ہے: سن ۷۵۴ھ میں نجف اشرف میں مرتب کیا ہے اور علامہ حلیؒ نے آخر کتاب میں لکھا ہے: یہ آخری مطلب ہے جسے بطور دلیل نقل کیا ہے۔جن کی کل تعداد ایک ہزار اڑتیس دلیلیں ہیں لیکن امامت امیر المؤمنین علیہ السلام کے لئے دلیلیں بہت زیادہ ہیں۔ہم نے اتنی دلیلوں پر اکتفا کیا ہے۔

علامہ حلی نے پوری کتاب الفین کو ایک مقدمہ دو مقالے اور ایک خاتمہ میں مرتب کیا ہے۔دو مقالہ میں ایک ہزار دلیلیں امامت علی بن ابی طالب علیہا السلام اور ایک ہزار دلیلیں مخالفین کے رد شبہات میں قائم کی ہیں۔جیسا کہ خود علامہ حلی نے مقدمہ میں یہ بات تحریر کی ہے۔

مرحوم علامہ نے اپنے مقدمہ کتاب میں مندرجہ ذیل مطالب کو نقل کیا ہے:

پہلی بحث: امام کون ہے؟

دوسری بحث: وجود امام لطف عام ہے اور وجود پیغمبرؐ لطف خاص ہے۔

تیسری بحث: برہان امامت کے ۱۸ مبادی کا بیان ہے۔

چوتھی بحث: نصب و تعین امام لطف ہے۔

پانچویں بحث: امامت قابل تبدیل نہیں ہوتی ہے۔

چھٹی بحث: وجوب تعین امام اور کیسے امام معین ہوتا ہے۔اور اس بات کو بھی ثابت کیا ہے کہ امام کو معین کئے جانے کا واحد راستہ نص پیغمبرؐ ہے جسے ۲۹ طریقہ سے ثابت کیا ہے۔

ساتویں بحث: امام کے لئے اثبات عصمت، اور اسی بحث میں ایک ہزار بائیس دلیلیں سو سو دلیلیں کر کے نقل کی ہیں یعنی ایک سے سو تک شمار کر کے پھر دوسرے مرحلہ میں دوبارہ ایک سے گنتی شروع کرتے ہیں پہلا سو، دوسرا سو، تیسرا سو، اس طرح پڑھنے والے کے لئے آسانی فراہم کرتے ہوئے نمبروں کو سو سو مرحلوں تک قرار دے کر ایک ہزار مکمل کیا ہے جو انتہائی دقیق اور محنت طلب کام ہے۔

ایک بات یہاں قابل توجہ ہے کہ جیسا کہ علامہ حلی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک ہزار دلیلیں اثبات امامت کے لئے اور ایک ہزار دلیلیں مخالفین کے اعتراضات کے رد میں مگر وہ بات جو علامہ نے آخر کتاب میں بیان کی ہے کہ یہ وہ آخری دلیل ہے جسے میں نے نقل کیا ہے جن کی تعداد ۱۰۳۸/

ہے۔مگر ہم نے اسی پر اکتفا کیا ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ حلیؒ آخر میں اپنے قصد و ارادہ سے منصرف ہوگئے تھے۔ محض اتنی ہی دلیلوں پر اکتفا کریں یا پھر فخر المحققین علامہ کے فرزند کو کتاب مرتب کرتے وقت بقیہ دلائل نہیں دستیاب ہو سکے اور تقریباً نوسو کچھ دلیلیں مفقود ہوگئی ہیں۔

مگر ''الفین'' کی آخری عبارت کے موجود ہونے سے معلوم ہوتا ہے وہ دلیلیں آخر کتاب سے مفقود نہیں ہوئی ہیں بلکہ درمیان کتاب کی دلیلیں تھیں جو شاید روزگار زمانہ نے انھیں ناپید کر دیا ہے۔

اور علامہ حلی نے ابتداء کتاب میں مفصل مقدمہ تحریر کرنے کے بعد دو مقابلے بھی لکھے ہیں مگر آغاز کتاب میں جو خاتمہ کتاب کے ذکر کا وعدہ کیا تھا وہ کتاب میں موجود نہیں ہے۔

مرحوم علامہ حلی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے پوری کتاب میں عقلی و نقلی دلیلوں سے بیک وقت استفادہ کیا ہے یعنی ان میں کسی عنوان سے ترتیب یا کسی طرح کے امتیازات کا خیال نہیں کیا ہے۔اور چونکہ علامہ حلیؒ کا اصل مخاطب یعنی خصم منصب امامت کے مخالفین ہیں اس لئے اپنے استدلال میں قرآن کریم کی زیادہ سے زیادہ آیتوں سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ سواد اعظم ہی کی احادیث و روایات سے شواہد پیش کئے ہیں ائمہ معصومین علیہم السلام کی روایتوں کو خاص طرق سے نقل نہیں کیا ہے۔

چونکہ علامہ کی شخصیت ایک عظیم علمی شخصیت ہے اس لئے استدلالی بحث و گفتگو میں مختلف علوم و فنون کی جھلکیاں نظر آتی ہیں اور مختلف و متنوع استدلال کے ساتھ حصہ کے سامنے استدلال قائم کیا ہے۔خواہ عقلی دلیلوں میں انواع قضایا، منطقی قیاس جیسے ضروریہ ممکن بالامکان الخاص والعالم ہو یا نقلی استدلال کے دیگر معانی و بیان کے مفاہیم ہوں۔ ہر علم کے فن سے استفادہ کیا۔ جہاں دشمن کے لئے جواب دینے یا سوچنے کی گنجائش تک نہیں رکھی ہے۔اور وہ اس میں خوب کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔

کتاب ''الفین'' کے بیشتر مطالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہما الصلاۃ والسلام کی امامت و خلافت کو ثابت کرنے کے استدلال پر مشتمل ہیں غاصبین حق کی صلاحیت کو باطل کرنے یا رد کرنے کے استدلال میں نہیں ہیں۔اس لئے کہ جب حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی امامت و ولایت ثابت ہوجائے گی تو غیر کے لئے خلافت و امامت وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگی۔

یہ عظیم الشان کتاب چونکہ اپنے موضوع اور طریقۂ استدلال میں منفرد کتاب رہی ہے اس لئے یہ ہمیشہ لائق توجہ اور مکرر زیور طبع سے آراستہ ہوتی رہی ہے، اور ایران و عراق و دیگر جگہوں سے یہ مسلسل چھپتی رہی ہے۔

جو ۱۴۰۹ھ میں طبع ہوئی ہے اس میں اگرچہ آخر کتاب میں ڈھنگ کی فہرست قرار نہیں دی گئی ہے مگر کتاب کے حاشیہ میں جو تعلیقات اور مطالب کا اضافہ کیا گیا ہے وہ انتہائی مفید اور اہم ترین معلومات فراہم کرتی ہے۔کیوں کہ متن کتاب میں جو پیچیدہ اور دقیق استدلال قائم کئے گئے ہیں انھیں بڑی خوبصورتی اور عمدہ طریقہ سے واضح کرکے پیش کیا گیا ہے جس نے کتاب کی افادیت میں چار چاند لگا دیا ہے۔

ہم سب کو خدا سے اس کے مطالعہ کی توفیق کی دعا طلب کرنی چاہیئے اگر ان دلیلوں کو سمجھ کے کوئی مطالعہ کرے تو بحث امامت میں کافی حد تک تسلط قائم ہوسکتا ہے۔ یہ کتاب امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی امامت کے دفاع میں گرانقدر اور عظیم ترین اسلحہ اور سرمایہ ہے جو کبھی ختم یا کہنہ ہونے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے خدایا! صاحب کتاب علامہ حلی اور ان کے فرزند فخر المحققین رضوان اللہ تعالیٰ علیہما اور دیگر مدافعان ولایت امیر المؤمنین علیہ السلام کی پاکیزہ ارواح کو ان کے آقا و مولا امیر المؤمنینؑ کے ساتھ محشور فرما اور وارث تاجدار غدیر امیر المؤمنین حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف علیہ السلام کے ظہور میں تعجیل فرما اور غدیری اسلام کی حکومت کے قیام کا وعدہ پورا فرما۔ اور ہم سب کو ان کے اعوان و انصار میں شمار فرما۔

آمین

......صفحہ نمبر ۳ کا باقی (ہر دور میں نمائندۂ خدا کی ضرورت)

کیا اور فرمایا "اَنْتَ الْهَادِیْ یَا عَلِیُّ! یَهْتَدِیْ بِكَ الْمُهْتَدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ۔ **اے علیؑ! تم ہادی ہو میرے بعد تمہارے ذریعہ ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔**[1]

۲۔ اہل سنت کے بزرگ عالم فخر الدین رازی نے مفاتیح الغیب میں اسی آیت کی تفسیر میں مفسرین کے تین نظریات بیان کئے ہیں تیسرے نظریہ کی بنیاد پر ''منذر'' سے رسول اکرمؐ اور ''ھادی'' سے حضرت علیؑ مراد ہیں۔ اس کے بعد ابن عباس سے اس طرح نقل کیا ہے: پیغمبر اکرمؐ نے اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر قرار دے کر فرمایا: میں ڈرانے والا ہوں۔ پھر حضرتؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اے علیؑ تم ہدایت کرنے والے ہو۔ اور میرے بعد ہدایت پانے والے تمہارے ذریعہ ہدایت پائیں گے۔[2]

عقل و شرع کی روشنی میں ہر دور میں الٰہی نمائندے کے وجود کی ضرورت ثابت ہو جانے کے بعد عقلی و شرعی طور سے کسی بھی صاحب عقل کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ وہ اس امام و ہادی سے جدا ہو کر زندگی گذارے، اور خداوند عالم کے قرار دیئے جانے والے امام کی اطاعت نہ کرے۔ جس طرح قرآن و حدیث سے ہر دور میں وجود امام کی ضرورت ثابت ہوتی ہے اسی طرح آیات و روایات کی روشنی میں یہ بھی ثابت ہے کہ ان عظیم الشان ائمہ سے سوائے ائمہ طاہرین علیہم السلام کے کوئی دوسرا مراد نہیں ہے۔ جس کے پہلے امام امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہما السلام اور آخری امام مہدی بن حسن العسکری علیہما السلام ہیں۔ آج بھی یہ زمین اسی حجت خدا اور ولی خدا کے وجود سے قائم ہے اور روئے زمین پر فرزند پیغمبرؐ کے عنوان سے وہی وارث تاجدار غدیر ہے۔

آیئے اسی امام کی محبت و ولایت اور اطاعت و رہبری کی تجدید بیعت کریں اور خداوند عالم سے ان کے ظہور میں تعجیل کے لئے دعا کریں۔

خدایا! اس پر مسرت سے موقع پر وارث تاجدار غدیر فرزند زہراؐ حضرت حجت بن الحسن العسکری عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور میں تعجیل فرما اور دنیا میں غدیری اسلام و حکمت کے اسباب فراہم فرما۔ آمین

---

۱ تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان' جلد ۴/ص ۱۴۱ و شواہد تنزیل جلد ۱ ص ۱۸۳

حدیث غدیر میں معنیٰ ولایت اُدَباء اور شعراء کی نظر میں۔قسط ۴

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلیٰ عِبَادِ الَّذِینَ اصْطَفیٰ

بارگاہ خداوندی میں صد شکر کہ اُس نے زندگی عطا کی اور اس سال سنہ ۱۴۴۳ ہجری میں میگزین ''آفتاب ولایت'' میں مذکورہ عنوان کی چوتھی قسط پیش کرنے کی توفیق عطا کیا۔

گذشتہ سال یعنی ۱۴۴۲ھ کے ''آفتاب ولایت'' کے صفحات ۲۴ تا ۳۰ پر قسط ۳ ملاحظہ فرمائیں۔

گذشتہ مضامین کا چند سطروں میں خلاصہ یہ ہے:

ائمہ ھُدیٰ علیہم السلام اور علمائے امامیہ نے مولیٰ کے معنی صدر اسلام کے عرب اور بعد کی نسلوں کے عربوں نے جو سمجھا ہے اُسے بیان کیا ہے۔

مولیٰ کے معنی نامور ادباء اور شعراء نے اپنے اشعار و بیان میں وہی ذکر کیا ہے جسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کے حکم سے بیان کیا ہے۔

شعراء نے حدیث غدیر کو مناسب قافیہ کے ساتھ شعر کی شکل میں اتارا ہے جو حدیث غدیر کے مستند ہونے کو ثابت کرتے ہیں۔

اس مضمون کا ماخذ ومدرک کتاب ''الغدیر فی الکتاب والسُّنۃِ وَالاُدب'' ہے جو کتاب الغدیر کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے مولف الشیخ عبدالحسین احمد الامینی قُدّس سرّہ ہیں جو علامۂ امینی کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی ہے۔ فارسی زبان میں مکمل کتاب کا ترجمہ اور اردو وانگریزی میں کچھ اختصار کے ساتھ ترجمہ ہو چکا ہے۔

علامہ امینیؒ اور کتاب الغدیر کا مختصر تعارف ''آفتاب ولایت'' کے ۱۴۴۰ھ کے شمارہ میں پیش کیا جا چکا ہے۔

گذشتہ شماروں میں شعر اور شعراء کی اہمیت ائمہ علیہم السلام اور حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی زبانی بیان ہو چکی ہیں۔ شعراء کی تشویق وترغیب کے لئے ائمہ علیہم السلام کی زبان مبارک سے اس طرح کے جملہ نظر آتے ہیں:

''جو ایک شعر ہمارے بارے میں کہے خداوند عالم بہشت میں اس کے لئے ایک گھر بناتا ہے۔''[1]

گذشتہ شماروں میں پہلی صدی ہجری کے شعراء مثلاً حسان بن ثابت کے اشعار اور قیس بن عبادہ انصاری کے اشعار کا ذکر ہوا۔ آپ حضرت امیر علیہ السلام کے خاص صحابی تھے۔ حضرت امیر علیہ السلام کے اشعار بھی لکھے گئے۔ پھر امیر المومنین علیہ السلام کے ایک دشمن عمرو بن عاص متوفیٰ ۴۳ ھجری کے اشعار قصیدۂ جلجلیہ کا ذکر کیا گیا۔ البتہ قصیدۂ جلجلیہ کے تمام ۶۶ /اشعار کا ترجمہ اور شرح آفتاب ولایت کے ۱۴۳۴ ھجری کے اردو شمارہ میں ۱۴۳۵ھ کے انگریزی شمارہ میں لکھا جا چکا ہے۔ پھر پہلی صدی کے شاعر محمد حمیری کے اشعار کا تذکرہ ہوا۔

اب ملاحظہ ہو دوسری صدی ہجری کے شعراء اور اُن کے اشعار کا تذکرہ:

مرحوم علامہ امینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے دوسری صدی ھجری کے تین شعراء کا تذکرہ کیا ہے:

---

[1] بحار الانوار، ج: ۴۴، ص: ۲۸۹

(۱) کمیت بن زید اسدی

(۲) سید اسماعیل بن محمد حمیری

(۳) عبدی سفیان بن مصعب کوفی

ہم یہاں اختصار کے ساتھ کمیت اسدی کے مختصر حالات اور اُن کے شعر کا تذکرہ کریں گے۔

ابوالمستہل کمیت (۶۰ تا ۱۲۶ھ ق)

ابو مستہل کمیت بن زید بن خنیس بن مخالد بن وھیب بن عمرو بن شبیع بن مالک بن سعد بن ثعلبہ بن دودان بن اَسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار۔

ابوالفرج نے الاغانی میں لکھا ہے کہ: کمیت ایک معیاری شاعر یعنی جس کے پیچھے لوگ چلیں اور جس کی اتباع کی جائے، ماہرلغات، عرب کی تاریخ سے آشنا تھے۔ وہ ''مضر'' کی نسل کے شاعروں اور زبان دانی کے ماہر تھے۔ وہ ''قحطانیہ'' کے طرفدار تھے اور اُن لوگوں میں سے تھے جو شاعروں کے عیوب سے آگاہ ہوتے، اور ایّام روزگار سے آشنا اور حیات کی کشمکش سے بھی آشنا تھے۔ بنی امیہ کے دور میں زندگی گذاری لیکن بنی عباس کا دور نہ پایا۔ کمیت ھاشمی تشیع کے لئے معروف تھے۔

معاذ ھراء سے پوچھا گیا: سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ اُس نے سوال کیا: جاہلیت کے دور کا شاعر یا اسلامی دور کا شاعر؟ کہا: پہلے جاہلیت کے دور کا بیان کرو۔ معاذ نے کہا: اُمراءُ القیس، زھیر، عبید بن الابرص۔ پھر پوچھا اسلامی دور کے شعراء میں کون ہے؟ معاذ نے کہا: فرزدق، جریر، اخطل، راعی۔ اُس سے پوچھا گیا: اے ابومحمد! تم نے کمیت کا نام کیوں نہیں لیا؟ معاذ نے کہا کہ وہ تو اگلوں اور پچھلوں میں سب سے بڑے شاعر تھے۔[۱]

اسی طرح فرزدق کا بیان بھی نقل کیا گیا ہے کہ خود انھوں نے کمیت سے کہا: خدا کی قسم! تم تمام گزرے اور آئندہ لوگوں میں سب سے بڑے شاعر ہو۔

تعداد اشعار:

کمیت کے اشعار کی تعداد الاغانی اور معاھد التنصص (۲) کے مطابق ۵۲۸۹ / ہیں اور کشف الظنون میں عیون الاخبار کے حوالہ سے نقل ہوا ہے کہ کمیت کے پانچ ہزار سے زیادہ قصیدہ ہیں جسے صمعی نے جمع کیا ہے اور ابن مسکیت نے مرتب کیا ہے۔

تذکر: علامہ امینیؒ قدس سرّہٗ نے تعداد کی تفصیل کے لئے بعض راویوں کے حوالہ دیئے ہیں جنھوں نے کمیت کے اشعار کی تعداد بھی بیان کئے ہیں اور ان کی تعریف بھی کی ہے۔ صاحبان تحقیق رجوع کریں الغدیر جلد ۲ / عربی اور جلد ۴ / فارسی۔

ھاشمیات کمیت

کمیت کے قصائد ھاشمیات کُمیت کہلاتے ہیں۔ ردیف کے اعتبار سے یہ مثلاً قصیدۂ عینیۂ ہاشمیات، قصیدۂ میمیۂ ہاشمیات، قصیدۂ بائیہ ہاشمیات قصیدہ لامیہ ہاشمیات وغیرہ کہلاتے ہیں۔

---

۱ ترجمۂ فارسی الغدیر جلد ۴ / ۲۶ و ۲۷، علامہ امینی نے ''الاغانی / ۱۵ صفحہ ۱۱۵ / اور ۱۲۷ / اور جلد / ۱۷ صفحہ ۳ / اور / ۳۵ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ اَلاغانی کئی جلدوں پر مشتمل ہے، اِسے ابوالفرج علی بن الحسین اصفہانی نے لکھا ہے۔ متوفی ۳۵۶ھ ق۔

قصیدہ عینیہ ہاشمیات

وَيَوْمَ الدَّوحِ دَوحِ غَدِيرِ خُمٍّ
اَبَانَ لَهُ الْوِلَايَةَ لَوْ اُطِيعَا

اور روزِ دَوح، دَوحِ غدیر خم کے موقعہ اُن کی ولایت کو آشکار وظاہر کیا، اے کاش ان کی اطاعت کی جاتی

(تفصیلی ترجمہ آگے ملاحظہ ہو)

وَلٰكِنِ الرِّجَالَ تُبَايِعُوهَا
فَلَمْ اَرَ مِثْلَهَا خَطَرًا مَبِيعًا[۱]

لیکن جن لوگوں نے پیمان ولایت توڑ دیا، میں نے ایسی خطرناک پیمان شکنی نہ دیکھی۔

یہ اشعار ہاشمیات کمیت کے تابندہ قصائد کا ایک حصہ ہے اور جیسا کہ صاحب ''حدائقُ الوَردیه'' کے مطابق یہ ۵۸۷/اشعار پر مشتمل ہے، لیکن دشمنوں نے اس کی اشاعت وطبع میں خیانت کیا اور بیشتر حصوں کو حذف کر دیا۔ یہی مجرمانہ حرکت دیوان حسّان ودیوان فرزدق ودیوان ابونواس وغیرہ کے ساتھ بھی کی گئی۔ اب تو اس کے آثار بھی مٹ گئے ہیں۔ اب تو چاہیئے کہ کوئی محقق ان کی خباثتوں کے پردہ کو فاش کرے۔

حوالہ: یہ قصیدہ ۱۹۰۴ء میں لیدن میں طبع ہوا تھا جس میں پانچ سو چھتیس (۵۳۶) اشعار تھے۔ استاد محمد شاکر خیاط کی شرح کے ساتھ پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) اشعار اور استاد رافعی کی شرح کے ساتھ ۵۴۸/شعر باقی رہ گئے۔[۲]

یومَ الدَوح کے معنی:

دَوح کے معنی بڑا درخت بہت سی شاخوں کے ساتھ جو ہر طرف پھیلی ہوئی ہو۔ اس کو درختوں کا جھنڈ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس طرح یوم الدوح کا ترجمہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ ''اُس دن کہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ ولایت کے لئے درختوں کے جھنڈ کے علاقہ میں خود کو ٹھہرایا یا اتارا۔ ایک مرتبہ شعر کا ترجمہ اس انداز میں ملاحظہ ہو:

وَيَوْمَ الدَّوحِ دَوحِ غَدِيرِ خُم

وہ شاخوں سے لدے ہوئے درخت کے دن یعنی غدیر خم کے درخت کے جھنڈ میں۔[۳]

اَبَانَ لَهُ الْوِلَايَةَ لَو اُطِيعَا

اُن کی ولایت کو آشکار کیا، بیان، کیا اے کاش اُن کی اطاعت کی جاتی۔

شیخ مفید قدس سرّہ کا بیان

مرحوم شیخ مفید رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ میں کلمہ ''مولیٰ'' کے معنی کے ذیل میں فرماتے ہیں: کمیت کی شخصیت ان لوگوں میں ہے کہ ان کے اشعار کے ذریعہ قرآن کے معنی کو سمجھنے کے لئے استشہاد کیا گیا ہے اور علماء نے شعر میں ان کی فصاحت ولغت شناسی وبلاغت میں انہیں سردار مانا ہے، اور ان کی عظمت وبزرگی پر عربوں نے اجماع کیا ہے۔ اور ایسا شخص جو کہے:

وَيَوْمَ الدَّوحِ دَوحِ غَدِيرِ خُمٍ اَبَانَ لَهُ الْوِلَايَةَ

---

۱ الغدیر (فارسی) جلد ۴

۲ کتاب مَعَاهِدِ التّنصيص على شواهِدِ التلخيص کی تالیف الشیخ عبد الرحیم بن احمد عباسی متوفی ۹۶۳ھ نے کیا ہے۔

۳ الغدیر فارسی ۴/۵ و۶

لَو اَطِیعَا (ترجمہ اوپر گذرا) خبر غدیر کے ذریعہ امامت علی علیہ السلام کو واجب جانا ہے اور اُن حضرت کو لفظِ مولیٰ کے ذریعہ ریاست وولایت کا حامل قرار دیا ہے۔ کمیت جیسے لغت وادبیات عرب کے جلیل القدر شاعر کے لئے روا اور جائز نہیں ہے کہ وہ عبارتوں اور لفظوں میں وضع سے کام لے اور لفظ کو اُس کے معنی میں استعمال نہ کرے اور اُن سے پہلے دوسرے عربی داں نے اُس لفظ کو اُس معنی میں استعمال نہ کیا ہو اور جس طرح عربوں نے سمجھا ہو اُسے نہ سمجھا ہو۔ اگر کمیت کے لئے ایسا کام روا اور جائز تھا، دوسروں کے لئے بھی جو اُن کے جیسے یا بلند مرتبہ یا اُن سے کم مرتبہ تھے، اُن کے لئے بھی جائز تھا اور نتیجہ میں لغت کا حقیقی مفہوم ہی فوت ہو جاتا اور پھر لغت عرب کی حقیقت کو پہچاننے کا ہمارے لئے کوئی راستہ نہ رہ جاتا اور اس طرح یہ راستہ ہی بند ہو جاتا۔[1]

امیر المومنینؑ نے خواب میں اسی شعر کا مطالبہ کیا

کراجکی نے ''کنز الفوائد'' کے صفحہ ۱۵۴ پر اپنی اسناد سے ''ھنّاد بن سری'' کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ ھنّاد[2] نے کہا: امیر المومنین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کہہ رہے ہیں: اے ھنّاد! میں نے کہا: لبیک یا امیر المومنین! آپ نے فرمایا: کمیت کے اُس شعر کو میرے لئے پڑھو جو کہ اس بیت سے شروع ہوتا ہے:

وَیَومَ الدَّوحِ، دَوحِ، غدیرِ خُمٍّ۔۔۔۔

میں نے پڑھا تو آپ نے فرمایا: اے ھنّاد! سنو، میں نے کہا: میرے آقا فرمائیے، تو حضرت نے فرمایا:

وَلَمْ اَرَ مِثْلَ ذَاكَ الْيَوْمَ يَوماً

وَلَمْ اَرَمِثْلَهُ حَقّاً اَضيعَا

میں نے ہرگز اس دن کی طرح دن نہ دیکھا اور ایسا حق کا ضائع ہونا کبھی نہ دیکھا۔

اسی طرح ''شیخ ابوالفتوح'' نے اپنی تفسیر کی جلد دوم صفحہ ۱۹۳ پر ایک خواب کا ذکر کیا ہے۔ کمیت کہتے ہیں کہ: امیر المومنین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کہہ رہے ہیں اپنے قصیدۂ عینیہ کو میرے لئے پڑھو۔ میں نے پڑھنا شروع کیا اور یہاں تک پہونچا کہ:

وَ يَوْمَ الدَوحِ، دَوحَ غديرِ خُمٍّ

اَبانَ لَهُ الوِلايَةُ لَو اَطِيعَا

اور حضرت (خدا کا مسلسل درود وسلام ہو اُن پر) نے فرمایا: تم نے صحیح کہا اور خود اس طرح پڑھا:

وَلَمْ اَرَمِثْلَ ذَاكَ اليومَ يَوماً

وَلَمْ اَرَ مِثْلَهُ حَقّاً اَضيعَا

میں نے ہرگز اُس دن کی طرح دن نہ دیکھا اور ایسا حق کا ضائع ہونا کبھی نہ دیکھا۔

پیغمبر اکرم نے بھی اس قصیدہ کی تعریف کی

''بیاضی عاملی'' نے اپنی کتاب ''الصّراط المستقیم'' میں نقل کیا ہے کہ کمیت کے بیٹے نے کہا کہ: پیغمبر کو خواب میں دیکھا

---

[1] الغدیر فارسی جلد ۴/۶ و ۷ بنقل از رسالۂ، مطبوع در ضمن مصنفات شیخ مفید جلد ۱۸/۸

[2] بخاری اور دوسرے بہت سے لوگوں نے، اس روایت کو ھنّاد سے نقل کیا ہے اور نسائی اور دیگر افراد نے اس کی توثیق کیا ہے اور ابوحاتم (متولّد ۱۵۲ و متوفی ۲۴۳) نے اس کی تصدیق کی ہے اپنی کتاب الجرح والتعدیل جلد ۹/۱۱۹ ح ۵۰۱۔ رجوع کرو ''تہذیب التہذیب جلد ۱۱/۷۰

کہ آپ اُس سے کہہ رہے ہیں: اپنے والد کے قصیدۂ عَینیّہ کو میرے لئے پڑھو اور میں نے پڑھنا شروع کیا اور جب یہاں تک پہونچا:

وَيَوْمَ الدَّوحِ دَوحَ غَدِيرِ خُمٍّ....

تو پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ سخت گریہ کرنے لگے اور فرمایا: تمہارے والد نے صحیح کہا، خدا اُن پر رحمت کرے، بے شک خدا کی قسم:

لَمْ اَرَ مِثْلَهُ حَقّاً اُضِيعَا

ایسا حق کا ضائع ہونا کبھی نہ دیکھا[1]

تذکّر: اس مضمون میں مزید گنجائش نہیں ہے کہ کمیت کے قصائد کا مزید جائزہ لیا جائے۔ مرحوم علامۂ امینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے پچاس صفحات سے زیادہ کمیت کے حالات نقل کئے ہیں۔ ان کے تمام قصائد مثلاً قصیدۂ عینیۂ ہاشمیات، قصیدۂ میمیۂ ہاشمیات، قصیدۂ بائیۂ ہاشمیات، قصیدۂ لامیہ ہاشمیات وغیرہ کے کچھ شعر کا تذکرہ اور اُن پر تبصرہ اور اُن کے حوالے نقل کئے ہیں اور ساتھ ہی کمیت کے حالات کا ذکر کیا ہے۔ ہم یہاں قارئین کی توجہ کے لئے بعض عنوان لکھ رہے ہیں۔

زندگیٔ شاعر، کمیت اور ان کی مذہبی زندگی، کمیت اور ائمہ علیہم السلام کی دُعا اُن کے حق میں، کمیت وہشام بن عبدالملک، کمیت و یزید ابن عبدالملک، ولایت وشہادت کمیت وغیرہ۔

کمیت کے حق میں ائمہ علیہم السلام کی دُعا

جیسی دعائیں کمیت کے حق میں پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام نے کی ہے دوسروں کے بارے میں کم ہی دکھائی دیتی ہیں۔ ہم نے بیاضی کی حدیث میں دیکھا کہ پیغمبرؐ اُن کے لئے رحمت کی دعا کر رہے ہیں۔ اسی طرح نضر بن مزاحم کے خواب میں اجر خیر کی دعا کرتے ہیں۔

امام سجاد علیہ السلام دُعا کرتے ہیں: خداوندا! انہیں خوش بختی کے ساتھ زندہ رکھ اور شہادت کے ذریعہ موت عطا کر اور اُن کے اجر دنیوی انہیں دکھا اور ثواب آخرت کو اُن کے لئے ذخیرہ کر دے۔

امام باقر علیہ السلام نے نہ صرف ایک بار بلکہ کئی مرتبہ جیسے منیٰ میں ایام تشریق کے موقع اور کبھی کعبہ کے سامنے ان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کیا اور فرمایا: ہمیشہ (اے کمیت) روح القدس کی تائید تمہیں حاصل ہو۔

خلاصہ یہ کہ امام صادق علیہ السلام نے بھی آپ کے حق میں دُعا کی ہے اور دیگر ائمہ نے بھی[2]

خدایا! ہمیں بھی امام زمانہ علیہ السلام اور ائمہ علیہم السلام کی دعاؤں میں شامل فرما۔

ولادت وشہادت کمیت

کمیت سن ۶۰ ھجری میں یعنی امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سال میں پیدا ہوئے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کی دُعا کی برکت سے اُن کی تقدیر میں شہادت نصیب ہوئی۔ آپ کی شہادت ''مروان بن محمد'' کے دور خلافت میں کوفہ میں سن ۱۲۶ ھجری میں واقع ہوئی۔

آپ کی شہادت کی وجہ بتائی گئی ہے کہ جعفریان نے

---

[1] الغدیر فارسی جلد ۴/ ۸

[2] الغدیر فارسی ۴/ ۳۵/ تا ۳۹

باقی صفحہ نمبر ۱۵ پر..................

حدیث غدیر پر ابن تیمیہ کے اعتراض کا جواب

۱۸ر ذی الحجہ سنہ دس ہجری کو حکم خدا پر عمل کرتے ہوئے رسول اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت کا سرکاری اعلان فرمایا۔ اس اعلان کی بنا پر تمام مسلمانوں پر حضرت علیؑ کی ولایت فرض قرار دی گئی۔ اس مشہور تاریخی واقعہ کو بہت سے محدثین، مورخین، شعراء، اور ادبا نے اپنی اپنی کتابوں میں حدیث غدیر کے نام سے نقل کیا ہے۔

اس حدیث کو سو (۱۰۰) سے زیادہ صحابہ اور صحابیہ نے نقل کیا ہے۔ طرفین کے بزرگ محققین اور محدثین نے اس حدیث کے متواتر اور مستند ہونے پر مہر لگائی ہے۔ اسلامی کتب احادیث میں شاید ہی کوئی اور روایت اس حدیث جتنی معتبر اور متواتر سمجھی گئی ہو۔

مگر اس کے باوجود کچھ 'ناصبی' فکر رکھنے والے افراد بغض اہلبیتؑ کی وجہ سے، اس حدیث پر اعتراض کرتے ہیں۔ اس موقع پر ہم اپنے قارئین کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ خود اہل تسنّن کے یہاں 'ناصبی' کی تعریف کیا کی گئی ہے ایسے شخص کا کیا انجام بیان کیا گیا ہے۔ 'ناصبی' کی تعریف بیان کرتے ہوئے مشہور اہل تسنّن عالم ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

'ناصبی' وہ ہے جو بغضِ علیؑ دل میں رکھے اور کسی اور کو ان (علیؑ) پر مقدّم کرے۔[1]

ایسے شخص کے انجام کے متعلق سرور کائنات (ص) کی یہ حدیث بھی غور طلب ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص رکن و مقام کے درمیان نماز کے لیے کھڑا ہو اور وہ اسی حالت میں دنیا سے چلا جائے مگر وہ میرے اہلبیتؑ کے فضائل کے متعلق ذرہ برابر عیب و نقص تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے آتش جہنم میں ڈال دے گا۔''[2]

'ناصبی' کے اس مختصر تعارف سے یہ بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ناصبی فکر رکھنے والے افراد کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔ ایسی ہی فکر رکھنے والے متعصب علماء میں ایک مشہور نام ابن تیمیہ کا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم ابن تیمیہ کے اعتراض پر گفتگو کریں بہت مناسب ہوگا کہ ہم اس کی ناصبی فکر کو اجاگر کریں تاکہ قارئین کرام اس کے اعتراض کی بنیاد کو سمجھ سکیں۔

- ابن تیمیہ نے جناب فاطمہ (س) کے فضائل کا انکار کیا ہے اور اس حدیث کو جھٹلایا ہے جو تمام محدثین کے نزدیک متفق علیہ ہے۔[3]
- ابن تیمیہ نے حضرت علیؑ کی شان میں گستاخی کی ہے۔[4]
- امیر المومنینؑ کے جہاد اور جنگوں میں ایثار و فداکاری کا مذاق اڑایا ہے۔[5]

---

۱ ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ج ۱ ص ۴۵۹

۲ المستدرک، (حاکم نیشاپوری، ج ۳ ص ۱۶۱

۳ منہاج السنہ ج ۱ ص ۲۴۸

۴ منہاج السنّہ ج ۸ ص ۲۹۱

۵ منہاج السنہ ج ۴ ص ۹۹

- ابن تیمیہ نے امیرالمومنینؑ کے دور خلافت کو شک کے دائرے میں کھڑا کیا ہے۔[1]
- امیرالمومنینؑ کے قاتل ملعون ابن ملجم کا دفاع کیا ہے۔[2]
- دشمنان امیرالمومنینؑ اور خوارج کی تعریف کی ہے۔[3]

اس کے علاوہ بھی ابن تیمیہ نے بہت سی بکواس اور اہانت آمیز باتیں کی ہیں جن سے اس کی ناصبی فکر اور عقیدے کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ ابن تیمیہ کی مثال ایسے شخص کی ہے جس کو بغضِ اہلبیتؑ نے اس حد تک اندھا کر دیا ہے کہ اس کی عقل وفہم غارت ہو چکی ہے۔ یہی سبب تھا کہ علامہ حلیؒ نے اس کے اعتراض کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا جبکہ علامہ امینیؒ نے ابن تیمیہ کی کتاب کا نام 'منهاج البدعة' زیادہ مناسب قرار دیا۔[4] اس شخص نے ان احادیث پر بھی انگلی اٹھائی ہے جن کو بزرگ اہل تسنّن علماء نے معتبر جانا ہے۔ اس لیے ابن تیمیہ کے اعتراضات کوئی علمی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ اس کے خباثت وجود کو ثابت کرتے ہیں۔

اپنی کتاب میں ایک مقام پر ابن تیمیہ لکھتا ہے: حدیث غدیر میں موجود جملہ "اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ"، اہل حدیث کا علم رکھنے والوں کے نزدیک جھوٹ ہے۔[5] ابن تیمیہ کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تحقیق کے مطابق اگرچہ حدیث غدیر کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تب بھی حدیث غدیر کے ساتھ والا فقرہ (اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ ...... اے اللہ تو اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اسے دشمن قرار دے جو علیؑ کو دشمن رکھے، اس کی مدد کر جو علیؑ کی مدد کرے اور اس کو فراموش کردے جو علیؑ کو فراموش کردے) محدثین کے نزدیک ایک جھوٹ ہے یعنی رسول اکرمؐ نے اس فقرہ کو نہیں ارشاد فرمایا تھا۔ جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ سچّائی تو یہ ہے کہ متعدد اہل تسنّن معتبر اور مستند محدثین نے حدیث غدیر کے اس فقرے کو اپنے اپنے طریقوں سے نقل کیا ہے۔ ان میں بعض کے نام یہ ہیں:

- احمد بن حنبل (مسند احمد، ج۱، ص۱۱۸و۱۱۹و۱۵۶)
- نسائی (سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۳۲ و ۱۳۴ و ۱۳۶ و ۱۵۴)
- ابن ابی شیبۃ (المصنف، ج٦، ص٣٦٦و٣٦٨)
- ابن حبان (صحیح ابن حبان، ج۱۵، ص۳۷٦)
- طبرانی (المعجم الکبیر، ج۵، ص۱٦٦؛ المعجم الصغیر، ج۱، ص۱۱۹)
- بزار (مسند بزار، ج ٦، ص ۱۳۳و ۲۳۵ و ج۳، ص ۳۵)
- ضیاء مقدسی (المختارۃ، ج۲، ص۱۰۵و۱۰٦)
- حاکم نیشاپوری (مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۱۸)
- ابن ابی عاصم (السنۃ، ج۲، ص۵٦٦)
- ابن ماجہ (سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۴۵) وغیرہ

لہٰذا ابن تیمیہ کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔

---

۱ منہاج السنۃ ج ۴ ص ۴۹٦

۲ منہاج السنۃ ج ۵ ص ۴۷

۳ کتب ورسائل ابن تیمیہ ج ۲۸ ص ۴۸۴

۴ الغدیر ج ۳ ص ۱۴۷

۵ منہاج السنۃ، ج ۷، ص ۵۵

اتنا ہی نہیں بلکہ دوسرے اہل تسنّن علماء نے بھی ابن تیمیہ کے اس دعوے کو رد کیا ہے۔ شیخ ناصر الدین البانی جو کہ سلفیوں اور وہابیوں میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں نے ابن تیمیہ کے اعتراض کو رد کیا ہے۔ شیخ البانی نے 'حدیث غدیر' کی صحت کو تسلیم کیا ہے اور ابن تیمیہ کی بات کو رد کیا ہے۔ چنانچہ البانی نے اپنی کتاب 'سلسلہ احادیث الصحیحہ' میں حدیث غدیر کے متعلق اس طرح لکھا ہے:

جب میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو دیکھا کہ وہ اس حدیث (غدیر) کے پہلے حصے کو ضعیف کہہ رہے ہیں اور دوسرے حصے کو جھوٹا کہہ رہے ہیں تو میں نے اس حدیث کے دفاع میں لکھنا ضروری سمجھا ہے۔ میری تحقیق کے مطابق ابن تیمیہ کا حد سے زیادہ مبالغہ ہے کہ وہ کچھ احادیث کو غلط قرار دینے میں بہت جلد بازی کرتے ہیں اور مکمل طور پر احادیث کی جانچ پڑتال نہیں کرتے۔ اس جلد بازی کی وجہ سے حدیث کے طریق کو جمع کرنے اور اس میں غور فکر کرنے سے پہلے انھوں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔[1]

سلفی عالم البانی کے اس اعتراف کے بعد ابن تیمیہ کے اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔ جیسا کہ ہم نے عرض کیا تھا کہ ابن تیمیہ کے اعتراضات اس قدر بیہودہ ہوتے ہیں کہ شیعہ علماء اس کو جواب کے لائق نہیں سمجھتے اور خود ابن تیمیہ کے مرید عالم اس کا دفاع نہیں کر پاتے بلکہ اس کے اعتراض کو جلد بازی میں کیا ہوا فعل قرار دیتے ہیں۔

[1] سلسلہ الاحادیث الصحیحہ البانی ج ۴ ص ۳۴۴ طبع الریاض

............صفحہ نمبر ۱۲ کا باقی

خالد قسری پر خروج کیا اُسی زمانہ میں بہت سے لوگوں کو جلایا گیا، مارا گیا اور کمیت نے زید بن علی کے مرنے کے بعد کچھ شعر اُن کی مدح میں کہے تھے کہ: (اے زید بن علی)! ظاہری طور پر لوگوں کے درمیان آئے، اور کوئی نہ تھا کہ اُس (خالد) کے محل کے بڑے دروازہ پر قفل لگائے۔

خالد کہ اپنے کھلے ہوئے منھ سے پانی طلب کر رہا تھا اور اُس کو قتل کرنے والے فریاد کر رہے تھے، وہ تمہاری طرح نہ ہوگا۔

اسی وقت آٹھ سپاہیوں نے اپنی تلواروں سے کمیت کے شکم پر حملہ کیا اور انہیں گرا دیا اور کہا: امیر کی اجازت کے بغیر شعر پڑھتا ہے؟ اور اُن کے جسم سے مسلسل خون بہتا رہا اور آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔

مستہل، کمیت کے بیٹے بھی ایک عظیم ومعروف شاعر تھے اور ان کا بھی دیوان موجود ہے، فرماتے ہیں کہ اپنے والد کی موت کے وقت میں اُن کے سرہانے تھا۔ وہ موت کے وقت بے ہوش ہوئے اور جب ہوش میں آئے تو تین مرتبہ فرمایا: بارِ خدایا! خاندانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ۔ پھر مجھ سے بنی کلب کے بارے میں کہا اور کہا کہ مجھے پشتِ کوفہ پر دفن نہ کرنا بلکہ ''مکران'' کے مقام پر دفن کرنا۔ لہٰذا انہیں اُسی جگہ لے گئے جو آج تک قبرستان بنی اسد کے نام سے جانا جاتا ہے، سپرد خاک کیا۔[1]

خدایا! ہمیں امیر المومنین علیہ السلام کے حق کے دفاع کی توفیق عمر کے آخری لمحات تک عطا کر۔ اللّٰھمَّ عجّل لولیک الفرج۔

انتخاب یا انتصاب

یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ امت کے لئے ایک رہنما کا وجود ضروری ہے۔کوئی بھی اس ضرورت سے انکار نہیں کرسکتا ہے۔کیونکہ یہ زندگی کا مسئلہ ہے۔

اسلام نے اس رہنما کو معین کرنے کے کچھ اصول وقوانین مرتب کئے ہیں یا نہیں یعنی ان اصول وقوانین کا تذکرہ قرآن وسنت میں ہے یا نہیں؟

سواد اعظم کا کہنا ہے قرآن وحدیث میں اس سلسلہ میں کوئی واضح قوانین موجود نہیں ہیں بلکہ یہ مسئلہ امت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

اگر یہ امت کے حوالہ کیا گیا ہے تو اس سلسلہ میں امت کو کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

رہنما کے انتخاب کے سلسلے میں امت نے جو عملی روش اختیار کی ہے اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ کوئی واضح طریقہ نہیں ہے۔اس لئے کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے۔جس پر سب متفق ہوں۔

ذیل میں ان طریقوں کا جائزہ لیتے ہیں:

اجماع

کچھ لوگوں کا خیال ہے رہنما کا انتخاب اجماع سے ہونا چاہیئے اجماع یعنی ساری امت کا اجماع۔

مگر یہ بات عملی طور پر محال ہے۔کیونکہ پوری امت کا کسی ایک پر بلا اختلاف رائے متفق ہونا عملاً ناممکن ہے۔لہٰذا کچھ لوگوں نے اس مشکل کے پیشِ نظر ساری امت کی قید کو ہٹا کر کچھ لوگوں کے اجماع کو ضروری قرار دیا ہے۔یعنی ہر شہر کے فاضل افراد کے اجماع کو ضروری قرار دیا ہے۔

یہاں بھی وہی مشکل ہے ہر شہر کے تمام فاضل افراد کا جمع ہونا آسان نہیں ہے۔اور اگر جمع ہو بھی جائیں تو کسی ایک بات پر سب کا متفق ہونا آسان نہیں ہے۔بہرحال اہلِ سنت کے یہاں خلیفہ کے انتخاب کے لئے مندرجہ ذیل طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) اجماع

(۲) انتخاب ارباب حل وعقد

(۳) ارباب حل وعقد میں چند افراد کا کسی ایک کی بیعت کرنا۔

(۴) گذشتہ خلیفہ کی جانب سے معین کرنا۔(استخلاف)

(۵) قہر وغلبہ۔

آیئے ایک ایک کا جائزہ لیتے ہیں:

(۱) اجماع:

اجماع عملی طور پر ممکن نہیں ہے اور نہ کوئی اس حقیقت کا دعویدار ہے کہ ساری امت کسی ایک پر متفق ہوئی ہو۔لہٰذا یہ آئیڈیل فکر ضرور ہے مگر عملی نہیں ہے۔

(۲)۔(۳)ارباب حل وعقد کے ذریعہ انتخاب

اس صورت کو ''شوریٰ'' سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

لیکن ''شوریٰ'' کے تمام حدود وشرائط روشن نہیں ہیں۔

الف: کتنے افراد کا ہونا ضروری ہے۔یعنی اس کا کورم کیا ہے؟

ب: ان افراد میں کن شرائط کا ہونا ضروری ہے۔؟ ان کا انتخاب کون کرے گا؟

ج: خود اپنے درمیان سے منتخب کرنا ضروری ہے یا کسی دوسرے فرد کا انتخاب بھی کر سکتے ہیں۔

د: اختلاف رائے کی صورت میں حل کی کیا صورت ہوگی؟

ھ: کتنے دن میں کام مکمل کرنا ضروری ہے۔

و: اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

ز: شوریٰ کا دائرہ کار صرف خلیفہ کا انتخاب ہے یا امت کے دوسرے امور میں بھی رائے دے سکتا ہے۔

ح: انتخاب خلیفہ کے بعد اس کی قانونی حیثیت باقی رہے گی یا ختم ہوجائے گی۔

اس طرح کے اور بھی سوالات ہیں جو اس ضمن میں کئے جاسکتے ہیں۔

اگر اہلِ سنت کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو واضح ہوگا اس کا خدوخال واضح نہیں ہے۔کوئی ایسی جامع تصویر نہیں ہے جس پر سب متفق ہوں۔

کچھ لوگ کہتے ہیں ۵/افراد کا ہونا ضروری ہے۔ دلیل ابوبکر کی بیعت ۵/افراد نے کی تھی ٦/افراد کا ہونا ضروری ہے۔

دلیل: عمر نے شوریٰ میں ٦/افراد معین کئے تھے۔ ۲/افراد کا ہونا کافی ہے۔

دلیل: نکاح میں ایک ولی اور دو شاہد (گواہ) کا ہونا ضروری ہے۔صرف ا/فرد کا ہونا کافی ہے۔

دلیل: جناب عباس نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا۔ ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں۔تاکہ لوگ کہیں رسول خدا کے چچا نے اپنے بھتیجے کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے۔ پھر کوئی اختلاف نہیں کرے گا۔[1]

ان سب پر ''ابن حزم'' کا یہ تبصرہ پوری طرح صادق آتا ہے۔ ''ہر وہ بات جس کے لئے قرآن، سنت رسول اور یقینی اجماع امت سے کوئی دلیل نہ ہو وہ یقیناً باطل ہے۔اس لئے کہ قرآن کریم میں ہے:

"قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ"[2]

لہٰذا جس بات کی صداقت پر کوئی دلیل و برہان نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔''[3]

(۴) گذشتہ خلیفہ کی جانب سے معین کرنا:

جس طرح ابوبکر نے عمر کو معین کیا۔ یا عمر نے ایک جماعت کو معین کیا کہ یہ لوگ خلیفہ کا انتخاب کریں۔ یا

---

۱ حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔(الاحکام السلطانیہ۔ ماوردی ص٦۔۷)

۲ سورہ نمل، آیت ٦۴

۳ الفصل، ج ۴، ص ۱٦۸

خلیفہ یکے بعد دیگرے خلفاء کا انتخاب کرے جس طرح سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بعد عمر بن عبدالعزیز کو معین کیا اور عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک کو نامزد کیا۔[1]

یہاں سب سے اہم سوال یہ ہے۔ خلیفہ کو نامزد کرنے کا اختیار کس نے دیا ہے؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟! اس کی دلیل کیا ہے؟ کوئی آیت کوئی روایت۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت رسولؐ خدا نے اپنے بعد کسی کو معین نہیں کیا تو آنحضرت کے خلفاء کو اپنا جانشین معین کرنے کا حق کس نے دیا؟

(۵) قہر وغلبہ:

جو غالب آ جائے وہی خلیفہ۔ امام احمد کا قول ہے ''الامامة لمن غلب'' اور اِس کی دلیل عبداللہ بن عمر کا یہ عمل ہے زمانہ حرہ میں ابن عمر نے اہل مدینہ کے ساتھ نماز پڑھی اور یہ کہا۔ ''نَحۡنُ مَعَ مَنۡ غَلَبَ'' جو غالب آئے ہم اس کے ساتھ ہیں۔[2]

اگر قہر وغلبہ ہی دلیل امامت وخلافت ہے۔ تو یہ فتنہ وفساد کا سبب ہے خوں ریزی وقتل وغارت گری کا وسیلہ ہے۔ ہر ظالم وجابر اور اقتدار پرست کے لئے راہ ہموار کر دینا ہے۔

ان تمام صورتوں پر غور کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ خلیفہ کے انتخاب کا کوئی طریقہ کار پہلے سے معین نہیں ہے۔ اور ان میں سے کوئی ایسا طریقہ کار نہیں ہے جس پر قرآن وسنت سے واضح دلیل موجود ہو۔ بلکہ یہ سب واقع شدہ کام کو درست اور شرعی ثابت کرنے کی کوششیں ہیں۔ لہٰذا ہر وہ طریقہ جس کے ذریعہ کوئی بھی تخت خلافت پر بیٹھا وہی طریقہ شرعی ہو گیا۔

ان باتوں سے ایک نہایت تلخ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام جو آخری آسمانی دین ہے۔ جس نے اپنے کامل ہونے کا اعلان کیا ہے اس میں زندگی کے اتنے اہم مسئلہ کے لئے کوئی واضح قانون وضع نہیں کیا ہے اور اتنے حساس مسئلہ کو امت کے حوالہ کر دیا۔ جو چیز (رہنما) امت سے اختلافات دور کرنے کا سبب تھی وہی اختلافات کا سبب ہو گئی۔

ان تمام اختلافات کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب قاعدے اور معیار بعد میں تیار کئے گئے ہیں جب کہ واقعات پہلے ہی رونما ہو چکے ہیں یہ ساری کوششیں صرف اس لئے ہیں گذشتہ بزرگوں کے اعمال کسی نہ کسی طرح درست ہو جائیں۔ لہٰذا جہاں شوریٰ کا امکان تھا وہاں شوریٰ معیار قرار پایا اور جہاں قہر وغلبہ سے اعمال درست ہو سکتے تھے وہاں قہر وغلبہ کو معیار قرار دے دیا گیا۔ دوسرے لفظوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے یہ سارے واقعات اسلامی قوانین کی روشنی میں وجود میں

---

[1] الاحکام السلطانیہ ماوردی ٦۔ ١٤۔ الاحکام السلطانیہ فراء، ٢٣

[2] مأثر الافاقہ ا/ ٧١

نہیں آئے ہیں بلکہ ان واقعات کے مطابق اسلامی قوانین کی تشریح وتفسیر کی گئی ہے۔سب سے زیادہ لطف کی بات تو یہ ہے کہ رونما شدہ واقعات خود ساختہ معیار وضوابط پر بھی پورے نہیں اترتے ہیں۔ ذیل میں ایک ایک کا جائزہ لیتے ہیں۔

یہ بات بہت زیادہ قابل غور ہے کہ خلیفہ ثالث کی حقانیت اس بات پر موقوف ہے کہ خلیفہ ثانی کی خلافت درست ہو اس لئے کہ انھوں نے ہی شوریٰ تشکیل دیا تھا اور انھوں نے ہی اس کے شرائط بیان کئے تھے۔اگر خود ان کی خلافت درست نہ ہو تو پھر شوریٰ کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔اس لئے کہ شوریٰ اس شخص نے معین کیا ہے جس کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ چونکہ خلیفہ ثانی کو خلیفہ اول نے وصیت کے ذریعہ خلیفہ بنایا تھا لہٰذا خلافت ثانی خلافت اولیٰ کی حقانیت پر موقوف ہے۔ اگر خلیفہ اول ہی کی خلافت غیر اسلامی ہو تو وہ جس کو بھی خلیفہ بنائیں گے وہ غیر قانونی ہوگا۔ یہ تو بالکل اس طرح ہے جو شخص خود گھر کا مالک نہ ہو وہ دوسرے کو کیونکر اس کا مالک بنا سکتا ہے؟

اس بنا پر سب سے پہلے خلافت اول کا جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں جس کو لوگ ''اجماع'' یا ''شوریٰ'' قرار دے رہے ہیں اُس کی حقیقت کیا ہے۔

سقیفہ:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی موقع کے منتظر افراد اپنی اپنی کاروائی میں لگ گئے۔حضرت رسولؐ خدا نے دعوت ذوالعشیر ہ سے زندگی کے آخری لمحات تک جس خلافت وامامت کی باقاعدہ وضاحت فرمائی تھی اور غدیر کے موقع پر ہر ایک سے بیعت لی تھی۔ اصحاب رسول تمام تر وضاحتوں کو پائمال کرتے ہوئے اپنے سوچے سمجھے منصوبوں کو عملی کرنے لگے۔

جب تک ابوبکر آنہیں گئے اس وقت تک عمر رسولؐ خدا کی وفات کا انکار کرتے رہے''اور کہتے رہے کہ منافقین یہ خیال کر رہے ہیں کہ رسولؐ خدا انتقال فرما گئے ہیں۔رسولؐ خدا کو موت نہیں آئی ہے بلکہ وہ جناب موسیٰ کی طرح چالیس رات کے لئے قوم سے غائب ہو گئے ہیں۔خدا کی قسم رسول خدا واپس آئیں گے اور جو لوگ ان کو مردہ خیال کر رہے ہیں ان کے ہاتھ پیر کاٹیں گے۔ جو یہ کہے گا کہ رسولؐ خدا کا انتقال ہو گیا میں اس کا سر اس تلوار سے جدا کر دوں گا۔''[1]

لوگوں نے اس آیت کی تلاوت کی:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ۔[2]

مگر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ بلکہ غصہ اتنا زیادہ تھا

[1] تاریخ ابوالفدا ۱/۱۶۴

[2] سورہ آل عمران، آیت ۱۴۴

کہ منھ سے جھاگ نکل رہا تھا۔[1]

لیکن جب ابوبکر نے آکر اس آیت کی تلاوت کی تو عمر نے کہا کیا یہ آیت خدا کی کتاب میں ہے۔ ابوبکر نے کہا ہاں۔ اس وقت عمر خاموش ہوگئے۔[2]

ابوبکر کے آنے سے پہلے وفات رسول میں شک کرنا۔ (گرچہ شک کرنا سیرت عمر ہے) اور ابوبکر کی زبانی آیت سننے کے بعد خاموش ہو جانا کسی طے شدہ منصوبہ کا پتہ دے رہا ہے۔

سقیفہ:

سقیفہ ایک زمین تھی جس کو چٹائیوں سے گھیر دیا گیا تھا اور کھجور کی شاخوں سے اُس کی چھت بنائی گئی تھی۔ یعنی کھجور کی شاخوں کا چھپر تھا اور چٹائیوں کی دیوار تھی قبیلہ خزرج کی شاخ ''بنی ساعدہ'' کے افراد اکثر یہاں جمع ہوتے تھے۔ اس کی ریاست وصدارت ''سعد بن عبادہ'' کے ہاتھوں میں تھی۔ اسی مناسبت سے اس کو ''سقیفہ بنی ساعدہ'' کہتے ہیں۔

داستانِ سقیفہ:

اس داستان کے عینی گواہ مرکزی کردار کے مالک عمر بن خطاب کی زبانی یہ داستان سنتے ہیں۔ ان کا بیان ہے۔

''جس وقت حضرت رسولؐ خدا کا انتقال ہوا تو ہمیں یہ خبر ملی کہ ''انصار'' سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے ہیں، علیؑ، زبیر اور ان کے ساتھی ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ میں نے ابوبکر سے کہا چلو اپنے انصار برادران کے پاس چلیں، تو ہم لوگ ان کے پاس پہونچ گئے۔ وہاں چادر اوڑھے ایک شخص کو دیکھا۔ لوگوں نے کہا یہ سعد بن عبادہ ہیں اور بخار میں مبتلا ہیں۔ ہم وہاں ذرا دیر بیٹھے تھے ان کے خطیب نے خدا کی حمد وثنا کے بعد کہا اما بعد:۔ ہم انصارُ اللہ ہیں اور اسلام کے سرباز ومجاہد ہیں اور تم مہاجرین چند افراد کی ایک جماعت ہو۔ یہ سن کر میں نے کچھ کہنا چاہا لیکن ابوبکر نے روک دیا اس کے بعد خود ابوبکر نے گفتگو کی اور جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا اس سے بہتر بات کی۔ اور کہا......

(اے انصار) تم نے جو خیر کا تذکرہ کیا اس کے لئے لوگ ہیں۔ اور یہ امر خلافت تو بس قبیلہ قریش ہی کے لئے مناسب ہے۔ یہ قریش گھر اور نسب کے اعتبار سے بہتر ہیں اور اس کام کے لئے میں ان دونوں کا نام پیش کرتا ہوں جس کی چاہو بیعت کرلو۔ پھر ''میرا'' اور ''ابوعبیدہ'' کا ہاتھ اٹھایا تفصیلات کے لئے۔[3]

---

[1] انساب الاشراف ۱/ ۵۶۷/کنزالعمال ۴/ ۵۳

[2] طبقات ابن سعد ۳/ق ۲/ ۵۴/ابن کثیر ۵/ ۲۴۳

[3] پیشوائی از نظر اسلام۔ جناب آقای جعفر سبحانی ملاحظہ ہو

Aftaab-e-Wilayat – RNI No: - MAHURD/2019/78196, Jan 2022 to Dec 2022, Vol No. IV, Issue No. I

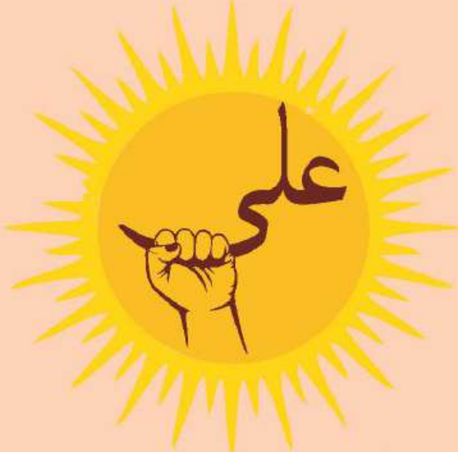

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :

اَيُّهَا اَلنَّاسُ اِلْزَمُوا مَوَدَّتَنَا اَهْلَ اَلْبَيْتِ فَاِنَّهُ مَنْ لَقِيَ اَللّٰهَ بِوُدِّنَا دَخَلَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِنَا فَوَ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لاَ يَنْفَعُ عَبْدًا عَمَلُهُ اِلَّا بِمَعْرِفَتِنَا وَ وَلَايَتِنَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اے لوگو! ہم اہل بیتؑ کی مودت اپنے لئے لازم قرار دو اس لیے کہ جو بھی ہماری مودت کے ساتھ اللہ سے (روزِ قیامت) ملاقات کرے گا وہ ہماری شفاعت کی بنا پر جنّت میں داخل ہوگا۔

قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی زندگی ہے کسی بندے کا عمل ہماری معرفت وولایت کے بغیر اسے کوئی فائدہ نہ پہونچائے گا۔

(الامالی (مفید) ج ۱، ص ۱۳۹)

Printed and Published by SYED MOHAMMED QAISER on behalf of KAMELAH TRUST,
Printed at PRODIGY PROMOTION, UNIT NO.11, A WING, SUSSEX INDUSTRIAL ESTATE, D.K. CROSS ROAD, BYCULLA (EAST), MUMBAI 400 027
Published from KAMELAH TRUST, B-002, KANCHAN CHS. LTD. ASMITA COMPLEX, OPP AL-SHAMS MASJID, MIRA ROAD (EAST), THANE 401107.
Editor: SYED MOHAMMED QAISER